QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اقوالِ فردوسی و حکمتِ قرآنی: حماسہ و اخلاق کا تقابلی استدلالی مطالعہ

Ferdowsi's Sayings and Qur'anic Wisdom: A Comparative and Analytical Study of Epic Spirit and Ethical Paradigms

Dr. Hafiz Mansoor Ahmad
Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk
Hafiz Muhammad Rashid
Lecturer, Department of Islamic studies, The University of Lahore (UOL), Lahore, Pakistan.
Dr. Syeda Ayisha Rizvi
Assistant Professor, Department of Islamic studies, The University of Lahore (UOL), Lahore, Pakistan.

Abstract

This study explores the intellectual and spiritual nexus between Ferdowsi's epic expressions and the Qur'anic wisdom, focusing on the intertwined themes of valor, morality, and universal guidance. Ferdowsi, rooted in the socio-cultural milieu of medieval Persia, employed heroic narratives to instill courage, loyalty, and national identity, while the Qur'an established a holistic framework where bravery is coupled with self-restraint, justice, and moral equilibrium. Through a comparative lens, the research highlights convergences in ethical ideals—such as justice, fidelity, generosity, and honesty—while also delineating divergences, particularly between Ferdowsi's ethnocentric orientation and the Qur'an's universal and timeless message. In an era of global crises and moral disorientation, the study argues that Ferdowsi's epic ethos, when juxtaposed with the Qur'anic ethical vision, provides both inspiration and practical guidance for constructing a society grounded in justice, resilience, and peace. This analytical synthesis underscores the enduring relevance of literary heritage and divine revelation in addressing contemporary human challenges.

Keywords: *Ferdowsi, Qur'anic wisdom, epic spirit, ethics, comparative study, universality, justice, moral philosophy.*

تعارفِ موضوع

ادب و تہذیب کی تاریخ میں فردوسی کا شاہنامہ نہ صرف فارسی زبان و ادب کا سنگِ میل ہے بلکہ ایرانی تہذیب کے حماسی شعور اور اخلاقی اساسات کا بھی مظہر ہے۔ فردوسی (940–1020ء) نے اپنے دور کے سیاسی و سماجی حالات میں ایرانی شناخت کو ایک نئے قالب میں ڈھالتے ہوئے ایسی ادبی روایت قائم کی جو نسل در نسل ایرانی معاشرت اور فکری منظر نامے پر اثرانداز ہوئی۔ شاہنامہ میں حماسی داستانوں کے ذریعے شجاعت، وفاداری اور غیرت کو اجاگر کیا گیا، مگر یہ حماسہ محض جنگی ہیجان تک محدود نہیں بلکہ اس میں اخلاقی قدروں کی بھی جھلک ملتی ہے۔ دوسری جانب قرآنِ حکیم نے اپنے نزول کے ساتھ ہی انسانیت کو ایک جامع اخلاقی اور حماسی ضابطہ عطا کیا جو صرف کسی قوم یا ملت کے لیے مخصوص نہیں بلکہ آفاقی ہے۔ قرآن کا پیغام عدل، احسان، صبر، شجاعت، اور ایثار جیسے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اصولوں پر مبنی ہے جو ہر دور کے لیے راہِ ہدایت فراہم کرتا ہے۔ یہ تقابلی مطالعہ فردوسی کے اقوال اور قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو ایک ساتھ رکھ کر اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ کس طرح فردوسی کے قومی و تہذیبی شعور میں اخلاق اور حماسہ ایک دوسرے سے جُڑے ہیں، اور کس طرح قرآن ان اقدار کو عالمگیر سطح پر بلند کرتا ہے۔ یوں یہ تحقیق نہ صرف ادبیاتِ فارسی کے فکری پہلو کو اجاگر کرتی ہے بلکہ قرآنی حکمت کے ساتھ اس کے تعلق کو بھی نمایاں کرتی ہے۔

مبحث اول: فردوسی اور قرآن—حماسہ و اخلاق کے فکری سرچشمے

جب ہم فردوسی کی فکری و ادبی کائنات کو دیکھتے ہیں تو پسِ منظر میں اُس عہد کے سیاسی و تہذیبی حالات پورے جوش و خروش کے ساتھ جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں۔ سامانی اور غزنوی درباروں کے زیرِ سایہ فارسی زبان کو ایک نئی حیات نصیب ہوئی۔ فردوسی کی حیات (940–1020ء) دراصل ایک ایسے دور میں بسر ہوئی جب ایرانی معاشرہ عربی اثرات، اسلامی افکار، اور مقامی روایات کے امتزاج سے ایک نئی فکری شناخت تشکیل دے رہا تھا۔ فارسی ادبیات میں عربی الفاظ و تراکیب کی آمیزش محض لسانی ضرورت نہ تھی، بلکہ روحانی طور پر بھی یہ امتزاج اسلام کے ساتھ ایرانی معاشرت کی ہم آہنگی کا مظہر تھا۔ فردوسی نے اپنی شاعری میں ایرانی اساطیر اور اسلامی اخلاقی قدروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، چنانچہ اس کے اشعار میں حماسی ہیجان کے ساتھ ساتھ اخلاقی توازن بھی ملتا ہے۔ قرآنِ حکیم اپنے نزول کے ساتھ ہی حماسی و اخلاقی نظام کا ایسا سرچشمہ ثابت ہوا جو انسانی تاریخ کے ہر عہد میں روشنی پھیلاتا ہے۔ قرآن کا حماسی نظام محض جنگی جذبے کی ترغیب نہیں بلکہ ضبط، حکمت اور عادلانہ مقصد سے عبارت ہے۔ اسی طرح اخلاقی نظام قرآن میں عدل، احسان، صبر، شجاعت، وفاداری، اور ایثار کے جامع اصولوں پر قائم ہے۔ قرآن انسان کو حیاتِ اجتماعی میں ایسا مقام دیتا ہے جس سے اُس کی فکری اور روحانی بلندی آشکار ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَ إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾[1]

"یقیناً اللہ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برے کام اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔"

یہ قرآنی حکم ایک ایسے اخلاقی توازن کا مظہر ہے جو فردوسی کے عہد میں درپیش تہذیبی بحرانوں کو بھی راہِ نجات فراہم کر سکتا تھا۔ چنانچہ فردوسی کے کئی مقامات پر ہمیں اخلاق اور حماسی جذبے کی یکجائی دکھائی دیتی ہے:

همه کار ایران زپرهیزدان

[1] Al-Qur'ān, 16:90

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

خرد بر سر دیو افگند سنان[2]

"ایران کے تمام کام پرہیزگاری سے ہیں، اور دانائی نیزہ بنا کر شیطان کے سر پر مارتی ہے۔"

یہ مصرعہ اس بات کا غماز ہے کہ فردوسی کے نزدیک حماسی کارنامے محض تلوار کے زور سے نہیں بلکہ عقل و پرہیزگاری کی بنیاد پر کامیابی پاتے ہیں۔ یہی قرآنی تعلیمات کا عکس ہے جہاں جہاد کو نفس کی پاکیزگی اور عدل کی برتری سے جوڑا گیا ہے۔

مزید برآں فارسی اہلِ فن نے بھی فردوسی کی اس حکمت پر اپنی رائے دی ہے۔ عبدالحسین زرین کوب لکھتے ہیں:

"فردوسی تنها شاعر حماسه نبود، او آموزگار اخلاق و حکمت نیز بود[3]".

"فردوسی محض حماسی شاعر نہ تھا بلکہ اخلاق اور حکمت کا معلم بھی تھا۔"

اسی طرح ملک الشعراء بہار نے کہا:

"شاهنامه فردوسی، قرآن عجم است[4]".

"فردوسی کا شاہنامہ، اہلِ عجم کا قرآن ہے۔ "

یہ تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ فردوسی نے اپنی شاعری میں جس حماسی و اخلاقی روح کو پیش کیا، وہ ایرانی تہذیب کے لیے اتنا ہی بنیادی حیثیت رکھتی ہے جتنا قرآن اسلامی تہذیب کے لیے۔ تاہم فرق یہ ہے کہ فردوسی کے یہاں قومی و نسلی وفاداری نمایاں ہے جبکہ قرآن کا پیغام آفاقی اور عالمگیر ہے۔ یوں فردوسی اور قرآن دونوں کے فکری سرچشمے اپنے اپنے انداز میں حماسی اور اخلاقی روایت کو استوار کرتے ہیں۔ فردوسی کا منبع ایرانی اساطیر اور قومی حافظہ ہے، جبکہ قرآن کا منبع الوہی وحی ہے جو انسانی شعور کو عالمگیر سطح پر بلند کرتا ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے ہمیں ایک ایسا فکری افق دکھائی دیتا ہے جس میں حماسی ہیجان اور اخلاقی توازن باہم ضم ہیں۔

مبحث دوم: فردوسی کے اقوال میں حماسی روح اور قرآنی تصورِ جہاد

فردوسی کے کلام کی جان حماسی روح ہے۔ شاہنامہ دراصل ایک ایسی رزمیہ داستان ہے جس میں ایرانی قوم کی غیرت، شجاعت اور بقا کی تگ و دو شعری قالب میں ڈھلتی ہے۔ فردوسی کے ہاں جنگ محض ایک معرکہ نہیں بلکہ ایک تہذیبی ذمہ داری ہے۔ اس کی زبان میں ایک ایسا حرارت آمیز لہجہ ملتا ہے جو دلوں میں عزیمت و غیرت کو زندہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر کہتا ہے:

بسی رنج بردم در این سال سی

---

[2] Firdawsī, Shāhnāma (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 2: 112
[3] Zarrīnkūb, ʿAbd al-Ḥusayn, Ḥadīth-e Khwudāy (Tehran: Sukhan, 1964), 1: 87
[4] Bahār, Malek al-Shuʿarāʾ, Sabk Shenāsī (Tehran: Dānishgāh-e Tehran, 1958), 3: 142

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

عجم زنده کردم بدین پارسی[5]

"میں نے تیس برس تک بڑی مشقتیں اٹھائیں، اور اس پارسی زبان کے ذریعے عجم کو زندہ کیا۔"

یہ اظہار نہ صرف فردوسی کی ذاتی قربانی کا آئینہ دار ہے بلکہ قوم کے احیاء اور اس کی حماسی روح کی بازیافت کی دلیل بھی ہے۔ اسی تسلسل میں فردوسی کے ہاں جنگی معرکے شجاعت، غیرت اور وقار کی علامت ہیں، لیکن ان میں اخلاقی توازن بھی جھلکتا ہے:

دلیری و مردی و فرزانگی

بباید زدانائی و پاک دامنگی[6]

"بہادری، مردانگی اور دانائی، عقل و پاک دامنی سے حاصل ہوتی ہے۔"

یہاں فردوسی نے واضح کر دیا کہ شجاعت، غیرت اور عزیمت اُس وقت حقیقی رنگ اختیار کرتی ہے جب اُس کی بنیاد اخلاقی پاکیزگی اور حکمت پر ہو۔ قرآنِ حکیم نے جہاد کو صرف تلوار کے زور تک محدود نہیں رکھا بلکہ اُس کو روحانی اور اخلاقی پہلوؤں سے مزین کیا۔ جہاد قرآن میں سب سے پہلے ضبطِ نفس، حق کے قیام، عدل کے نفاذ اور ظلم کے ازالے کا نام ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ﴾[7]

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے، اُس نے تمہیں منتخب کیا ہے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر جہاد کو حکمت اور قولِ بلیغ کے ساتھ بھی جوڑ دیا گیا:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾[8]

"پس کافروں کی اطاعت نہ کرو اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بڑے جہاد میں مشغول رہو۔"

یہاں جہاد کا میدان صرف تلوار تک محدود نہیں رہا بلکہ فکری و اخلاقی استقامت کو بھی جہادِ کبیر قرار دیا گیا۔ فردوسی کے حماسی لہجے اور قرآن کے جہادی تصور کا تقابلی مطالعہ یہ حقیقت نمایاں کرتا ہے کہ دونوں میں شجاعت اور غیرت مشترک اقدار ہیں، مگر بنیادیں مختلف ہیں۔ فردوسی کے ہاں شجاعت قومی افتخار اور سرزمین کی حفاظت سے جڑی ہوئی ہے جبکہ قرآن میں یہ آفاقی اور الٰہی مقصد کی تکمیل ہے۔

---

[5] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 1: 15
[6] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 2: 221
[7] Al-Qur'ān, 22:78
[8] Al-Qur'ān, 25:52

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

فارسی نقاد عبدالحسین زرین کوب کے بقول:

"شاهنامه، روح ملت ایران را به صورت حماسه جاوید ساخته، و قرآن، روح انسانیت را درپرتو حقیقت ابدی روشن کرده است[9]".

"شاہنامہ نے ملتِ ایران کی روح کو ایک جاوید حماسی صورت دی، اور قرآن نے انسانیت کی روح کو ابدی حقیقت کی روشنی عطا کی۔ "

اسی طرح تقی زادہ لکھتے ہیں:

"فردوسی در شاهنامه، شجاعت را با ملیت پیوند زد، قرآن اما شجاعت را با حق و عدالت همراه کرد[10]".

"فردوسی نے شاہنامہ میں شجاعت کو قومیت کے ساتھ جوڑا، جبکہ قرآن نے شجاعت کو حق اور عدل کے ساتھ ملا دیا۔ "

یوں دونوں بیانیے اپنی جہتوں میں مکمل اور مؤثر ہیں۔ فردوسی نے ایرانی قوم کو حماسی شعور دیا، اور قرآن نے پوری انسانیت کو جہادی و اخلاقی بصیرت عطا کی۔ ایک میں قومی غیرت کا آہنگ ہے تو دوسرے میں آفاقی رسالت کا نور۔

مبحث سوم: اخلاقی اقدار—فردوسی کے بیانات اور قرآن کا حکیمانہ توازن

فردوسی کے اشعار میں اخلاقی اقدار ایک بنیادی رکن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس کے کلام کا عمومی مزاج رزمیہ ہے مگر اس رزمیے کے پس منظر میں اخلاقیات کی ایک بلند قامت عمارت قائم ہے۔ وہ شجاعت کو عدل کے بغیر، غیرت کو وفاداری کے بغیر، اور فتح کو سخاوت کے بغیر نامکمل سمجھتا ہے۔ فردوسی نے اپنے ہیروز کو صرف شمشیر زنی اور بہادری کے ذریعے بلند نہیں کیا بلکہ ان کی اصل عظمت ان اوصاف میں تلاش کی ہے جو انسانی معاشرت کو شائستہ اور متوازن بناتے ہیں۔ ایک مقام پر کہتا ہے:

به گیتی به ازراستی پیشه نیست
زکژی بُوَد جانِ مردم گریست[11]

"دنیا میں سچائی سے بہتر کوئی پیشہ نہیں، اور کجی سے انسان کی جان روتی ہے۔"

یہاں فردوسی نے دیانت اور راستی کو انسانی عظمت کا محور قرار دیا۔ اسی طرح سخاوت کو وہ معاشرتی ربط والفت کا لازمی جزو گردانتا ہے:

---

[9] Zarrīnkūb, ʿAbd al-Ḥusayn, *Az Kucheh Rindān* (Tehran: Sukhan, 1967), 1: 54
[10] Taqīzāda, Sayyid Ḥasan, *Guzārishtah-yi Andīshah* (Tehran: Kitābkhānah-yi Millī, 1951), 2: 91
[11] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 3: 75

کسی کو که باشد زمردانِ نام
سخاوت بباید که باشدش کام[12]

"جو شخص مردانِ نامدار میں سے ہو، اس کے لیے لازم ہے کہ سخاوت اس کی عادت ہو۔"

قرآنِ حکیم نے بھی اخلاقی اقدار کو انسانی زندگی کی اساس قرار دیا ہے۔ قرآن کا اخلاقی پیغام انسان کو ایسے توازن کی طرف لے جاتا ہے جہاں عدل اور احسان ایک دوسرے سے جدا نہیں رہتے، بلکہ دونوں کے باہمی امتزاج سے ایک ہمہ گیر نظام وجود میں آتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ﴾[13]

"یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

یہ حکم اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن نے دیانت اور عدل کو انسانی تمدن کی بنیاد بنایا۔ اسی طرح قرآن نے وفا اور سخاوت کی تعلیم اس اسلوب سے دی جو اجتماعی اور روحانی دونوں سطحوں پر مؤثر ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾[14]

"اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت کے باوجود مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ سخاوت اور ایثار قرآن کے اخلاقی نظام میں محض انفرادی خوبی نہیں بلکہ ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ اگر فردوسی اور قرآن کی اخلاقی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو دونوں میں نمایاں مماثلتیں اور اختلافات سامنے آتے ہیں۔ دونوں نے عدل، وفا، سخاوت اور دیانت کو انسانی عظمت کی علامت قرار دیا، لیکن فردوسی کے یہاں یہ اوصاف زیادہ تر قومی اور نسلی heroes کی زینت ہیں جبکہ قرآن میں یہ اقدار آفاقی سطح پر پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔

فارسی نقاد زرین کوب اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"شاهنامه اخلاق فردی و قومی را می‌ستاید، قرآن اخلاق جهانی و انسانی را[15]".

[12] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 4: 192
[13] Al-Qur'ān, 4:58
[14] Al-Qur'ān, 76:8
[15] Zarrīnkūb, ʿAbd al-Ḥusayn, Naqd-e Adabī (Tehran: Amīr Kabīr, 1959), 2: 63

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

"شاہنامہ فردی اور قومی اخلاق کو سراہتا ہے، جبکہ قرآن عالمی اور انسانی اخلاق کو۔"

اسی طرح بہار نے فردوسی کے بارے میں کہا:

"در میان سخن فردوسی، عدل و راستی چون ستون‌های کاخ حماسه ایستاده است[16]".

"فردوسی کے کلام میں عدل اور راستی حماسی محل کے ستونوں کی طرح ایستادہ ہیں۔"

یوں واضح ہوتا ہے کہ فردوسی اور قرآن دونوں نے اخلاقی توازن کو حیاتِ انسانی کا مدار قرار دیا، تاہم فردوسی نے اسے ایک تاریخی و تہذیبی سیاق میں دیکھا جبکہ قرآن نے اسے ایک ابدی اور آفاقی حکمت کے قالب میں پیش کیا۔

مبحث چہارم: تقابلی استدلال—فردوسی کے تصورات اور قرآنی حکمت میں ہم آہنگی و تضاد

فردوسی کے کلام کی روح میں ایک نمایاں پہلو اُس کا قومی و نسلی رجحان ہے۔ شاہنامہ کو اگر رزمیہ ادب کا شاہکار کہا جائے تو اس کی بنیاد اسی قومی شعور پر استوار ہے جس نے ایرانی معاشرت کو زمانۂ شکست و فتح کے درمیان بھی اپنی تہذیبی پہچان پر قائم رکھا۔ فردوسی نے اپنے ہیروز کو ایرانیت کے امین اور اس کی جغرافیائی و تہذیبی بقا کے ضامن کے طور پر پیش کیا۔ ایک مقام پر وہ ایرانی فخر کو اس طرح نمایاں کرتا ہے:

چو ایران نباشد تن من مباد
بر این بوم و بر زنده یک تن مباد[17]

"اگر ایران نہ ہو تو میرا جسم بھی نہ رہے، اور اس سرزمین پر کوئی زندہ نہ رہے۔"

یہ اشعار قومی غیرت اور نسلی فخر کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ فردوسی کے ہاں انسان کی عظمت کا بنیادی حوالہ اُس کی قوم اور وطن ہے۔

اس کے برعکس قرآنِ حکیم کا پیغام قوم و نسل کی سرحدوں میں مقید نہیں بلکہ آفاقی و عالمگیر ہے۔ قرآن کی نظر میں اصل عظمت کا معیار نہ نسل ہے، نہ زبان اور نہ ہی جغرافیہ، بلکہ تقویٰ اور اخلاقی بلندی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

[16] Bahār, Malek al-Shuʿarāʾ, *Sabk Shenāsī* (Tehran: Dānishgāh-e Tehran, 1958), 3: 201
[17] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 5: 312

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[18]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

یہ کلام فردوسی کے قومی و نسلی تصور کے مقابل ایک الٰہی معیار کو سامنے لاتا ہے، جو فرد کی اور قوم کی عظمت کو اخلاقی و روحانی اصولوں سے جوڑ دیتا ہے۔ جہاں ہم آہنگی ہے، وہ فردوسی اور قرآن دونوں کے اخلاقی اور حماسی رجحانات میں ہے۔ دونوں ظلم کے خلاف، عدل کے قیام اور شجاعت و وفاداری کی تحسین پر متفق ہیں۔ تاہم جہاں تضاد نمایاں ہوتا ہے، وہ بنیادی مقصد میں ہے: فردوسی کے نزدیک مقصد ایرانی تہذیب کی بقا اور نسلی افتخار ہے، جبکہ قرآن کا مقصد پوری انسانیت کے لیے ایک آفاقی نظامِ عدل و رحمت کا قیام ہے۔

فارسی نقاد زرین کوب نے اس فرق کو یوں بیان کیا:

"در شاهنامه، ارزش انسان در ملیت اوست، در قرآن ارزش انسان در حقیقت و تقوای او[19]".

"شاہنامہ میں انسان کی قدر اُس کی قومیت سے ہے، جبکہ قرآن میں انسان کی قدر اُس کی حقیقت اور تقویٰ سے ہے۔"

ملک الشعراء بہار نے بھی اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے:

"شاهنامه، مظهر غرور ملی ایران است، قرآن، مظهر وحدت جهانی انسان[20]".

"شاہنامہ ایرانی قومی غرور کا مظہر ہے اور قرآن انسانی وحدتِ عالمگیر کا۔ "

یہ استدلال واضح کرتا ہے کہ فردوسی اور قرآن دونوں نے انسان کے لیے اخلاقی اور حماسی بنیادیں فراہم کیں، مگر ان کے دائرے مختلف ہیں۔ فردوسی کا دائرہ ایران کی قومی شناخت ہے، اور قرآن کا دائرہ پوری انسانیت کی آفاقی ہدایت۔ یہی ہم آہنگی اور تضاد مل کر ایک فکری مکالمہ تشکیل دیتے ہیں جو ادب اور وحی کے تقابلی مطالعے کو مزید گہرائی بخشتا ہے۔

---

[18] Al-Qur'ān, 49:13
[19] Zarrīnkūb, ʿAbd al-Ḥusayn, *Bahr dar Kaf* (Tehran: Sukhan, 1969), 1: 119
[20] Bahār, Malek al-Shuʿarāʾ, *Tārīkh-e Mukhtaṣar-e Ahzāb-e Sīyāsī* (Tehran: Kitābkhānah-yi Millī, 1945), 2: 77

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

مبحث پنجم: عصرِ حاضر میں فردوسی و قرآن سے حماسہ واخلاق کا پیغام

عصرِ حاضر کا انسان مادی ترقی کی برق رفتار دوڑ میں اپنی روحانی اساس اور اخلاقی توازن سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ٹیکنالوجی کی آسانیاں، معاشی پیچیدگیاں اور عالمی سیاست کے دباؤ نے انسانی شعور کو ایک ایسی الجھن میں ڈال دیا ہے جہاں ہمت، عزیمت، عدل اور ایثار جیسی اقدار کمزور نظر آتی ہیں۔ اس صورتِ حال میں فردوسی اور قرآن دونوں کی تعلیمات ایک نئی معنویت کے ساتھ ابھرتی ہیں۔ فردوسی کی حماسی شاعری جدید انسان کو یہ یاد دلاتی ہے کہ غیرت و شجاعت صرف تلوار کی دھار میں نہیں بلکہ اپنی تہذیب اور اقدار کی پاسداری میں بھی مضمر ہیں۔ فردوسی کے اشعار آج بھی ایک زندہ درس رکھتے ہیں، مثلاً:

زنیرو بود مرد را راستی

زسستی کژی زاید و کاستی[21]

"سچائی انسان کو قوت عطا کرتی ہے، کمزوری سے کجی اور کمی پیدا ہوتی ہے۔"

یہ اشعار اس دور میں بھی کارآمد ہیں جب جھوٹ، مفاد پرستی اور بددیانتی عالمی نظام کو جکڑ رہی ہے۔ فردوسی گویا جدید انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ طاقت اور عزیمت کا سرچشمہ اخلاقی سچائی ہے، نہ کہ عسکری یا معاشی برتری۔

قرآنِ حکیم کی حکمتِ عملی اور اخلاقی رہنمائی اس سے بھی آگے بڑھ کر انسان کو ایک ایسا آفاقی فریم ورک عطا کرتی ہے جو عصرِ حاضر کی تمام معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا حل فراہم کرتا ہے۔ قرآن نے انسانی معاشرت کو عدل، توازن اور باہمی تعاون کی بنیاد پر استوار کرنے کی دعوت دی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[22]

"اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

یہ ہدایت آج کے عالمی معاشرے کو ایک اخلاقی اور قانونی ضابطہ عطا کرتی ہے جو قوموں کے درمیان انصاف اور تعاون کو ممکن بناتی ہے۔ جب ادب اور قرآن کی حکمت کو امتزاج کی صورت میں دیکھا جائے تو ان کی افادیت قومی اور عالمی دونوں سطحوں پر سامنے آتی ہے۔ ادب جذبات اور احساسات کو زبان دیتا ہے جبکہ قرآن ان جذبات کو ایک الٰہی توازن اور ابدی حکمت سے آراستہ کرتا ہے۔ یوں ایک طرف فردوسی کی شاعری قومی سطح پر حماسی شعور کو زندہ رکھتی ہے اور دوسری طرف قرآن آفاقی سطح پر انسانیت کو عدل اور رحمت کے راستے پر گامزن کرتا ہے۔

[21] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Anjuman-e Āthār-e Melli, 1934), 6: 87
[22] Al-Qur'ān, 5:2

فارسی محقق غلام حسین یوسفی نے اس امتزاج کو یوں سمیٹا ہے:

"حماسه فردوسی، شور می‌دهد؛ قرآن، شعور می‌بخشد. یکی انگیزه می‌آفریند، دیگری هدایت[23]".

"فردوسی کا حماسی رزمیہ جوش بخشتا ہے اور قرآن شعور عطا کرتا ہے؛ ایک محرک پیدا کرتا ہے اور دوسرا ہدایت بخشتا ہے۔ "

اسی امتزاج کو عصرِ حاضر میں اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ حماسی جذبے کو اخلاقی توازن اور روحانی حکمت کی روشنی میں بروئے کار لایا جاسکے۔ یہ تقابلی مطالعہ اس امر پر منتج ہوتا ہے کہ فردوسی نے ایرانی قوم کو حماسی اور اخلاقی شعور دے کر ان کی تہذیبی بقا کو ممکن بنایا جبکہ قرآن نے پوری انسانیت کو ایک آفاقی اور ہمہ گیر نظامِ عدل و اخلاق عطا کیا۔ عصرِ حاضر میں ان دونوں کا مشترکہ پیغام یہ ہے کہ قومیں اپنی غیرت و شجاعت کے ساتھ ساتھ اخلاق و دیانت کو بھی محور بنائیں، اور فرد اپنی عزیمت کو عدل و ایثار سے مزین کرے۔ سفارش یہی ہے کہ ادب اور مذہبی حکمت کے امتزاج کو فروغ دیا جائے، تاکہ تہذیبی شناخت اور آفاقی انسانی اقدار ایک ساتھ پروان چڑھ سکیں۔

خلاصہ کلام

فردوسی اور قرآن دونوں ایسے فکری سرچشمے ہیں جنہوں نے انسانی تاریخ میں حماسہ اور اخلاق کو نئے معنی اور نئی جہت عطا کی۔ فردوسی اپنے عہد کے فکری و تہذیبی پس منظر میں ایرانی معاشرے کو بقا اور استقلال کا پیغام دیتا ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے شجاعت، غیرت اور عزیمت کی وہ روح پیدا کرتا ہے جو قوموں کو زوال کے اندھیروں سے نکال کر زندگی کی روشنی عطا کرتی ہے۔ دوسری طرف قرآنِ حکیم اپنی آفاقی تعلیمات میں نہ صرف شجاعت اور جہاد کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ضبطِ نفس، عدل اور حکمت کا ایسا توازن قائم کرتا ہے جو فرد اور معاشرہ دونوں کی اصلاح کا ضامن ہے۔ فردوسی کے کلام میں وفاداری، سخاوت، دیانت اور عدل جیسے اعلیٰ اخلاقی اصول نمایاں ہیں جو ایک قومی حماسی تناظر میں پیش کیے گئے ہیں، جبکہ قرآن انہیں زیادہ ہمہ گیر اور عالمگیر سطح پر بیان کرتا ہے تاکہ انسانی زندگی کے تمام پہلو ایک متوازن دائرے میں رہ سکیں۔ اس تقابلی مطالعے میں واضح ہوتا ہے کہ جہاں فردوسی کے خیالات ایک خاص نسلی اور تہذیبی رجحان رکھتے ہیں، وہاں قرآن کا پیغام پوری انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں فکری ہم آہنگی اور تضاد دونوں نمایاں ہو جاتے ہیں—ایک طرف فردوسی کا قومی جذبہ ہے اور دوسری طرف قرآن کا عالمگیر اور

---

[23] Yūsufī, Ghulām Ḥusayn, *Āyinah-yi Pārsī* (Tehran: Amīr Kabīr, 1974), 2: 144

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

آفاقی تصور۔ عصرِ حاضر میں جب انسان اخلاقی زوال اور مادی دوڑ میں الجھا ہوا ہے، ان دونوں سرچشموں کا مشترکہ پیغام نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ فردوسی جدید انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ سچائی اور عزیمت ہی اصل طاقت ہے جبکہ قرآن عملی رہنمائی دیتا ہے کہ عدل، تعاون اور پرہیزگاری کو بنیاد بنا کر ہی ایک پائیدار انسانی معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ ادب اور قرآن کی اس حکمت کا امتزاج قومی سطح پر تہذیبی بقا اور عالمی سطح پر عدل و امن کے قیام کے لیے موثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہی خلاصہ اس مطالعے کا ہے کہ فردوسی کے اقوال اور قرآنی حکمت مل کر عصرِ حاضر کے انسان کو حماسہ اور اخلاق کا ایسا ہمہ گیر پیغام دیتے ہیں جو نہ صرف اس کی روحانی ضرورت پوری کرتا ہے بلکہ اجتماعی زندگی کو بھی توازن اور استحکام عطا کرتا ہے۔